اسلام اور اشتراکیت

(۲)

از جناب حکیم محمد اسحاق صاحب کانپور

اسلامی نظام معیشت کے محاسن اشتراکیت کے مقابلہ میں اسلامی نظام معیشت کی خصوصیات پر نظر ڈالنے سے ہمارا یہ دعویٰ اظہر من الشمس ہو جائیگا کہ اپنے محاسن کے اعتبار سے اسکو اشتراکیت پر بدرجہا فضیلت حاصل ہے۔

اسلام نے قانون کو دولت کا مالک قرار دے کر حکومت اور پبلک کے درمیان کشمکش و تصادم کے اسباب کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اسکی وجہ سے پبلک اور حکومت کے درمیان تعاون کی روح پیدا ہو جاتی ہے پبلک کا ہر فرد حکومت کا ایک رکن بنکر اسلام کے اقتصادی و سیاسی پروگرام کو چلانے میں حصہ لیتا ہے۔ ہر ایک کے حقوق اور حدود قانون میں محفوظ ہونے کی وجہ سے کسی کو اپنے ذاتی مفاد کے معاملہ میں بے اطمینانی نہیں رہتی۔ اس طرح افراد کی ذاتی استعدادیں پوری طرح نشوونما پاتی ہیں، پھر یہ ترقی یافتہ استعدادیں جماعتی فلاح کے کام آتی ہیں، اور ہر آنے والی نسل پچھلی نسل سے زیادہ استعداد، ذہانت اور قابلیت رکھنے والی اٹھتی ہے۔ خود اعتمادی جو ہر قسم کی ترقی کے لیے ناگزیر ہے، اُن میں نہ صرف باقی رہتی ہے بلکہ ترقی کرتی رہتی ہے۔ اسلام کے اقتصادی ضوابط چونکہ اسکے اخلاقی ضوابط کے ساتھ مربوط ہیں اسلیے ان پر عمل پیرا ہونے سے افراد و جماعت دونوں کی اخلاقی حالت بھی روز بروز سدھرتی چلی جاتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں سے وہ جراثیم قطعاً فنا ہو جاتے ہیں جو قارونیت پیدا کرنے والے ہیں۔

انسان کو کسی برائی سے روکنے کا فطری طریقہ یہی ہے کہ اُسکی طرف سے طبیعتِ انسانی کے رجحان کو ہٹا دیا جائے - جب تک اس رجحان کو نہ ہٹایا جائیگا محض خارجی اور مصنوعی تدابیر سے وہ برائی عارضی طور پر دبائی تو جاسکتی ہے - مگر فنا نہیں کی جاسکتی - اسکو دبانے کے لیے ہم کتنا ہی مضبوط نظام کیوں نہ بنائیں وہ ایک نہ ایک دن اسکو توڑ کر ضرور ظاہر ہو جائیگی - اس لیے کسی نظام کے بقا کی واحد صورت یہ ہے کہ اسکو چلانے کے لیے مناسب اشخاص تیار کیے جائیں - اسلام نے یہی کیا ہے - وہ جس اقتصادی نظام کی تعلیم دیتا ہے اسکا تعلق اپنے ذہنی و اخلاقی نظام کے ساتھ قائم کر کے ایک ایسی فضا تیار کر دیتا ہے جس میں اسی نظام کی طرف رجحان رکھنے والے اور اسکو چلانے کی استعداد رکھنے والے اشخاص تیار ہوتے رہتے ہیں - اُنکی ذہنیت اور فطرت ہی ایسی ہو جاتی ہے کہ وہ بغیر جبر و اکراہ کے خود بخود اسی نظام کے خواہشمند ہوتے ہیں - اشتراکیت کی طرح اسکے لیے کسی جبر و استبداد یا حکومت کی سخت گیری کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ اس فضا میں ظالمانہ سرمایہ داری خود بخود ابدالآباد کیلیے موت کی نیند سو جاتی ہے -

سرمایہ کی ملک کے مسئلہ کو اسلام نے جس صورت سے حل کیا ہے وہ اسی کا حصہ ہے - اشتراکیت کی طرح وہ حکومت کو ایک بڑا سرمایہ دار بنا کر شخصی سرمایہ داری کے بجائے جماعتی سرمایہ داری کو رائج نہیں کرتا بلکہ حکومت اور افراد دونوں سے سرمایہ کا حق چھین کر سرے سے وہ قارونیت ہی کو نیست و نابود کر دیتا ہے -

دماغ کی قدر و قیمت اسکے نزدیک دیگر اعضاء سے زائد ہے مگر نہ اتنی زائد کہ قارونیت و سرمایہ داری کا وجود ہو سکے - اسکے لیے یہ اصول ہے کہ دماغی کام کرنے والوں کے تھوڑے وقت کی بھی اتنی ہی قیمت لگائی جائیگی جتنی جسمانی کام کرنے والوں کے زائد وقت کی - یہ زیادتی اور کمی کام کی افادیت کے لحاظ سے ہوگی - لیکن اتنی ہرگز نہ ہوگی کہ معاشی توازن کو خراب کر کے اسلامی نظام معیشت کے مقصد ہی کو فوت کر دے -

علاوہ بریں اسلام کا اقتصادی نظام مضبوط اخلاقی پس منظر رکھنے کی وجہ سے افراد انسانی کے درمیان ایک ایسی عالمگیر اخوت و برادری کی بنیاد ڈالتا ہے جسکی نظیر نہیں مل سکتی - اشتراکیت کی طرح وہ طبقاتی نزاع کی آگ نہیں بھڑکاتا بلکہ ہمدردی، تعاون اور رفاقت کی ذہنی و عملی روح پیدا کر کے سوسائیٹی کے تمام اجزاء کو یک جان بنا دیتا ہے -

اس دور میں جبکہ ہندوستان ایک عظیم الشان انقلاب کے لیے تیار ہو رہا ہے، جس کا اثر ہماری زندگی کے ہر شعبہ پر پڑنا ناگزیر ہے، خصوصاً ہماری معاشی زندگی اس انقلاب سے سب سے زیادہ متأثر ہونے والی ہے، کیا یہ ہمارا فرض نہیں کہ ہم اس انقلاب کا رخ اسلامی راستوں کی جانب پھیر دیں اور اسلام کے سیاسی و اقتصادی نظام کو ملک میں رائج کرنے کی پوری پوری جدوجہد کریں؟ لیکن ہماری حالت بیحد افسوسناک ہے - ہمارا خالص نئی روشنی سے متأثر نوجوان طبقہ تو اشتراکیت کی طرف دوڑ رہا ہے اور اسلام کو اس نے محض چند عقائد اور چند عبادات کا مجموعہ سمجھ رکھا ہے - وہ جانتا ہی نہیں کہ اسلام ہے کیا چیز اسلیے وہ اقتصادیات و سیاسیات کے لیے غیروں کے آگے دریوزہ گری کرنے کو ضروری سمجھتا ہے - لیکن حیرت ہوتی ہے علم دین رکھنے والے ان لوگوں پر جو اپنی پوری قوت یہ ثابت کرنے میں صرف کر رہے ہیں کہ اسلام اور اشتراکیت میں کوئی بڑا فرق نہیں - اور مزید حیرت ہوتی ہے جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی اس روش کو مسلمانوں کے لیے اور ملک کے لیے مفید بھی سمجھ رہے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں جو نقصانات ہیں ان سے وہ دونوں کو محفوظ بھی رکھ سکینگے -

جمعیتہ العلماء کے ایک معزز رکن کا ایک بیان اخبارات میں اشتراکیت کے متعلق پڑھا تھا جس میں انھوں نے فرمایا تھا کہ "اشتراکیت کا تعلق جہانتک محض اقتصادیات سے ہے وہ عین اسلام ہے لیکن مادیت کا عنصر اس میں غیر اسلامی ہے جس کا نکال دینا ضروری ہے" (روایت بالمعنی ہے)

مسلم لیگ کے ایک سرکردہ رکن نے بھی جنکے اخلاص اور دینداری کی تعریف کانگریسی مسلمان بھی کرتے ہیں ایک روز راقم الحروف سے انہیں خیالات کا اظہار فرمایا تھا - یہ زمانہ کا اثر ہے جس نے فراست

ایمانی کی نعمت ہم سے چھین لی ہے - ورنہ ان حضرات سے کوئی پوچھے کہ اشتراکیت تو سراپا مادیت ہے اس سے مادیت کو جدا کرکے یا اس میں روحانیت کا کوئی جزو شامل کرکے اسکو باقی کہاں رکھا جاسکتا ہے؟

ان حضرات سے مجھے ایک بات اور کہنی ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں ہمیشہ جنگ نظریات و افکار کی ہوتی ہے شکست خوردہ وہ ہے جو اپنے افکار و نظریات کو دوسرے کے افکار میں جذب کردے اور فاتح وہ ہے جسکے افکار غالب ہوں کسی غیر اسلامی نظریہ کو اختیار کرکے آپکی اسلامی زندگی کا بقا ناممکن و محال ہے - اسلام ایک خاص نظریۂ حیات ہی کا نام ہے - اسے چھوڑ کر آپ مسلمان رہتے ہی کہاں ہیں کہ غیر اسلامی نظریہ میں مسلمانوں کی بھلائی ڈھونڈنے چلے ہیں - اسی حقیقت کی طرف حدیث نبوی "من تشبہ بقوم فھو منھم" اشارہ کررہی ہے - کیا اس حدیث کا مفہوم صرف ہیٹ اور پتلون ہی تک محدود ہے اور سوشلسٹ یا کمیونسٹ بننے سے مانع نہیں ہے؟

ہندوستان کا مسئلہ سطور سابقہ میں ہم نے اسلام کے اقتصادی اصول اور اشتراکیت میں موازنہ کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام کا اقتصادی نظام اشتراکیت سے بمراتب افضل و برتر ہے اسلیے موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کا تختہ الٹ کر اشتراکیت کے بجائے اسکو رائج کرنا چاہیے تاکہ امن و فلاح کی فضا میں انسانیت ترقی کرسکے - ذیل میں ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہندوستان میں اسلام کے اقتصادی نظام کو رائج کرنے کی کیا شکل ہوگی -

اس سلسلہ میں ایک بہت بڑا اشکال ہندوستان میں مختلف اقوام و ملل کی موجودگی کا پیش کیا جاتا ہے - مگر یہ اشکال کچھ زیادہ اہم نہیں ہے - جہانتک اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کا تعلق ہے کوئی مذہب زندگی کا کوئی مکمل نظام پیش ہی نہیں کرتا - بلکہ اسلام کے علاوہ دنیا کا ہر مذہب انسان کی انفرادی زندگی سے ہی تعلق رکھتا ہے اور محض چند عقائد اور چند عبادات کے مجموعہ سے عبارت ہوتا ہے۔ اسلیے اسلام کے علاوہ کسی مذہب کا کوئی اقتصادی نظام سرے سے موجود ہی نہیں ہے جس کا تصادم

اسلامی نظام معاشی سے ہو سکے۔

علاوہ بریں مسلمانوں کے سوا دوسری قوموں کے لیے اقتصادیات کے مسائل محض دنیاوی ہیں اسلیے انکے نزدیک اسلامی نظام اور اشتراکیت میں کوئی فرق نہیں ہے مسلمانوں کا نقطۂ نظر اس سے بالکل مختلف ہے۔ انکے نزدیک دنیا و دین دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں۔ مزید براں انکو جس اقتصادی نظام کی تعلیم دی گئی ہے وہ اشتراکیت اور دنیا کے ہر اقتصادی نظام سے کہیں اعلیٰ و برتر ہے پھر وہ اشتراکیت یا اور کسی اقتصادی نظریہ کو کیوں قبول کریں؟ اسلیے کسی دوسرے اقتصادی نظام کے رواج پر اگر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے تو صرف مسلمانوں کو ہو سکتا ہے۔ انکے علاوہ کسی دوسری قوم کو مذہبی حیثیت سے کسی مناسب معاشی نظام پر اعتراض کرنیکی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی خواہ وہ نظام اسلامی ہو یا غیر اسلامی۔

دقت جو کچھ ہے وہ درحقیقت غلط فہمی بلکہ نافہمی کی بناء پر ہے جس کا آسان علاج یہی ہے کہ اسلامی اصول معاشی اور انکی افادی حیثیت کی وضاحت و تبلیغ عوام و خواص میں کی جائے (خصوصاً مزدوروں و کسانوں میں) اس قسم کی معمولی سی تبلیغ بھی انشاء اللہ بہت کارگر ہوگی اور ان دقتوں کو بہت جلد رفع کردیگی۔

اس مشکل سے قطع نظر کرنیکے بعد ہندوستان میں اسلامی نظام اقتصادی کی ترویج میں کوئی مانع نہیں رہجاتا۔ سوال فقط اتنا باقی رہ جاتا ہے کہ موجودہ معاشی قوانین میں کیا تبدیلیاں کی جائیں؟ یا بالفاظ دیگر ان قوانین کو منسوخ کرکے کون سے معاشی قوانین کو رواج دیا جائے؟ یہ مبحث خود ایک مستقل مضمون کا محتاج ہے اور انشاء اللہ اس پر کسی آئندہ فرصت میں تفصیل کیساتھ لکھونگا۔ یہاں مختصراً ان چند اصول کو ذکر کرتا ہوں جنکو ہندوستان میں رائج کرنے سے ملک میں ایک عجیب معاشی انقلاب رونما ہوگا اور فلاح و خوشحالی کا دور دورہ ہوکر ہندوستان صحیح معنی میں جنت نشان ہوجائیگا۔ وہ اصول درج ذیل ہیں:-

(۱) شرعی محاصل مثلاً زکوٰۃ، عشر، وغیرہ مالکان نصاب سے وصول کرکے غرباء کو تقسیم کیے جائیں۔

(۲) شرعی قانون وراثت جاری کر کے رفتہ رفتہ تعلقہ داری و زمینداری سسٹم کو ختم کر دیا جائے۔

(۳) وسائل پیدائش (means of production) میں زمین اور محنت ہی کو اصل قرار دیا جائے اور سرمایہ کو صرف ضمنی عامل مانا جائے۔ یا دوسرے الفاظ میں کل سودی کاروبار بند کر دیئے جائیں واضح ہو کہ "سود" سے ہماری مراد شریعت اسلامیہ کا اصطلاحی سود ہے۔ موجودہ علم المعیشت کی اصطلاح مراد نہیں ہے۔

(۴) قمار کے کل انواع مثلاً لاٹری، سٹہ (Speculation) وغیرہ ممنوع ہوں۔

(۵) سرمایہ لگانے (Investment) کی صرف دو صورتیں روا رکھی جائیں۔ ایک شخصی تجارت۔ دوسرے مضاربت[1]۔ اور یہ حکومت کے زیر نگرانی اسلامی قوانین کے ماتحت ہوں۔

(۶) احتیاج عامہ کی چیزوں میں احتکار[2] سختی کے ساتھ رد کا جائے۔

(۷) جن چیزوں کی تجارت شریعت اسلامیہ میں ممنوع ہے انکی تجارت قطعاً بند کر دی جائے "مثلاً" شراب وغیرہ کی تجارت قطعاً روک دی جائے۔

(۸) اجارہ داری کو بند کیا جائے۔

(۹) نقد روپیہ چھپا کر جمع کرنے کو جرم قرار دیا جائے۔

(۱۰) زمیندار کی دو حیثیتیں ہیں۔ ناظم عاملین پیدائش۔ اور محصل (Rent-collector) اسکی پہلی حیثیت برائے نام ہے اسلیے محض محصل ہونیکی حیثیت سے اسکو معمولی شرح سے کمیشن دیا جائے۔

(۱۱) مزدور کے مندرجہ ذیل حقوق آجر (employer) پر ثابت مانے جائیں: حفاظت جان و تندرستی، فرائض مذہبی کی ادائیگی میں سہولت، اخلاق حسنہ کا قیام و بقاء، ضروری تعلیم

---

[1] دو فریقوں کے درمیان یہ معاملہ کہ سرمایہ ایک فریق کا ہو اور محنت دوسرا فریق کرے اور نفع و نقصان میں دونوں شریک ہوں۔

[2] اشیاء کے ذخائر کو روک کر رکھنا تاکہ گراں قیمتوں پر فروخت کیا جا سکے۔

کارگاہ تنگ آمد و رفت میں سہولت، خطرات کار سے حفاظت، ناکارہ ہو جانے کی صورت میں گذارہ، رخصت اور تعطیل کے مناسب حقوق، اوقات کار کا مناسب حد کے اندر رہنا، اجرتوں کا منصفانہ ہونا۔

یہ تجاویز انشاء اللہ بہت جلد معاشیات ہند میں امکانی مساوات پیدا کر دینگی۔ انکے علاوہ اسلامی اصول کے ماتحت ایک تعمیری اسکیم بھی بنائی جا سکتی ہے جسکی تفصیلات کے لیے ایک علحدہ مضمون درکار ہے۔

ہندوستان کے معاشی نظام میں یہ اصولی تبدیلیاں کسی خاص قوم کے ہی لیے نہیں بلکہ جملہ اقوام و ملل ہند کے لیے یکساں مفید ہونگی۔ اسلامی نظام حیات کی ترویج کے لیے موجودہ دور سے زیادہ مناسب دور شاید ہی کبھی تاریخ عالم میں آیا ہو۔ اسوقت دنیا غیر اسلامی نظامہائے زندگی سے خود تنگ آچکی ہے اور ایسے نظام حیات کی تلاش و جستجو میں ہے جو اسکو سکون و راحت سے ہم آغوش کر دے اور یہ چیز محض اسلام میں مل سکتی ہے۔ اس معرکہ کو سر کرنے کے لیے اولین ذریعہ تبلیغ ہے۔ کاش مسلمان اس طرف توجہ کرتے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم خود اپنے اصول زندگی کو چھوڑ کر غیر اسلامی نظریات کو قبول کر رہے ہیں اور انکی تبلیغ و اشاعت میں کوشاں ہیں۔ کبھی ہم اشتراکیت کی طرف جاتے ہیں تو کبھی استمالیت کی جانب، کبھی نازیت کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں تو کبھی جمہوریت کی سڑی ہوئی لاش کو اکھاڑتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب چیزیں حقیقت میں ایک ہی ہیں محض صورتیں مختلف ہیں۔ اور یہ دنیا کو امن و سکون سے کبھی آشنا نہیں کر سکتیں۔

ایک بہت بڑا مغالطہ اس مقام پر یہ ہوتا ہے، اور یہ مغالطہ زیادہ تر علماء کو ہوتا ہے کہ اشتراکیت اسلام کے مخالف نہیں ہے۔ اول اس دعویٰ کی صداقت ہی میں کلام ہے۔ لیکن اسکو تسلیم کر لینے سے بھی "مسلم اشتراکی" کا لفظ بدستور بے معنی رہتا ہے۔ "مختلف" اور "مخالف" دو لفظ ہیں جنکے معانی کا اختلاف واضح ہے کسی اصول زندگی کے غیر اسلامی اور ناقابل قبول ہونے کیلیے یہی ضروری نہیں ہے کہ وہ اسلامی اصول کے "مخالف" ہو بلکہ اسکے لیے محض "اختلاف" بھی کافی ہے۔ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے جو کل نظامہائے زندگی کیلیے ناسخ ہے۔ اسکے معنی یہی ہیں کہ اسلام کے علاوہ دنیا کا کوئی نظام ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہے اور ہماری چشم یک بیں کو کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی روا نہیں ہے۔